

کورس

افسانوی ادب

UD 21103

حقیقات اول . ایم اے اردو

سفریہ صادق

شعبہ اردو و اقبالیات

دی اسلامیه یونیورسٹی بہاول پور

امید ہے آپ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہ خیر و عافیت ہوں گے اور کرونا وائرس سے بچاؤ کے لیے حکومت پاکستان کی تمام تجاویز و ہدایت پر عمل پیرا ہوں گے۔ تعلیم یافتہ اور ذرہ دار شہری ہونے کے ناتے ہماری یہ دوہری ذمہ داری ہے کہ وہا کے ان آیا آ میں نا صرف اپنی حفاظت کریں بلکہ اہل خانہ اور قرب و جوار کے افراد کی تحفیظ میں بھی معاون ہوں۔ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کرونا وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کا بہترین طریقہ سماجی رابطہ کو ممکن حد تک کم کرنا ہے۔ یہی سبب ہے کہ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں عام تعطیلات کر کے طالب علموں کو خانہ نشین ہو کر اس ابتداء سے محفوظ و مامون رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

طلباء قوام ملک کا درخشاں مستقبل ہوا کرتے ہیں، کسی بھی ناگزیر صورت حال میں ہونے والا ان کا تعلیمی نقصان قوموں کا اجتماعی خسار اختیار کیا جاتا ہے جس کی تلافی کسی صورت بھی ممکن نہیں ہوتی۔ لہذا اس امر کا احساس کرتے ہوئے ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان نے حکم نامہ جاری کیا ہے کہ وہا کے ان دنوں میں طلباء کو ممکنہ ذرائع (آن لائن، وٹس ایپ وغیرہ) کے ذریعے تدریسی مواد بہم پہنچایا جائے تاکہ وہ حفاظت گاہوں میں رہتے ہوئے اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔ آپ کی خدمت میں پیش کیا جانے والا یہ کورس بنڈل اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ امید ہے یہ مواد اس کورس کے ضمن میں آپ کی علمی تفسنی میں انتہائی معاون ہوگا۔

یہ کورس بنڈل حسب ذیل معلومات کا احاطہ کرتا ہے۔

- ★ کورس کا تعارف، مندرجات اور مجوزہ معاون کتب
- ★ مندرجات کی ترتیب وار تفصیل، شخصیات کا تعارف
- ★ مندرجات کی تفہیم میں معاون حقیقی و تنقیدی مضامین
- ★ تفہیم میں معاون دیگر کتب، مضامین اور لیکچرز کے ویب لنکس
- ★ نمونہ ہائے پرچہ جات (غبروں کی تقسیم کی تفہیم کے لیے)

نوٹ: یہ کورس بنڈل پی ڈی ایف صورت میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کی ترسیل کو آسان بنانے کے لیے بھاری بھرکم کتب کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ ضروری کتب کی فراہمی اس بنڈل کے علاوہ یقینی بنائی جائے گی۔ واضح رہے کہ آپ تک اس تدریسی مواد کی فراہمی کو عزت مآب دانش چائلڈر جناب انجینئر پروفسر ڈاکٹر اطہر محبوب کی ہدایت کی روشنی، جناب پروفسر ڈاکٹر جاوید حسان چانڈیو ڈین فیکلٹی آف آرٹس کی رہنمائی اور پروفسر ڈاکٹر روبینہ رفیق صاحبہ چیئر پرسن شعبہ اردو اقبالیات کی نگرانی میں ممکن بنایا جا رہا ہے۔

رب کریم ہمیں، ہمارے وطن اور تمام انسانیت کو کرونا وائرس اور اس جیسی دیگر تمام ناگہانی آفات سے محفوظ و مامون رکھے! آمین

شیر اندیش
سفینہ صادق
شعبہ اردو اقبالیات

وضاحت:

یہ کورس بنڈل ایسا وبا (کرونا وائرس) میں طلبہ کو گھروں پر فراہمی مواد کی غرض سے ہنگامی طور پر تیار کیا گیا ہے۔ اس بنڈل کی تیاری کا مقصد صرف رفاہ عام ہے۔ اسے کسی قسم کے کھانا و بیماری مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائیگا۔ ہم تمام مصنفین، محققین اور مولفین کے انتہائی ممنون ہیں جن تصانیف و تالیفات سے اس بنڈل کی تیاری کے سلسلے میں استفادہ کیا گیا۔

نصاب کورس

افسانوی ادب (داستان، ناول اور ناولٹ) (الف) داستان

1 باغ و بہار - میرامن

(ب) ناول

- (1) توبہ النفسوح - نذیر احمد
- (2) امراؤ جان ادا - مرزا محمد ہادی رسوا
- (3) آخر شب کے ہم سفر - قرۃ العین حیدر
- (ج) ایک چادر میلی سی - راجندر سنگھ بیدی

(د) عملی مشق ڈراما نویسی (12) افسانہ نویسی

مجوزہ کتب:

- (1) ہماری داستانیں، سید وقار عظیم (2) داستان سے افسانہ تک، سید وقار عظیم
- (3) اردو داستان، ڈاکٹر سہیل بخاری (4) اردو کی نثری داستانیں
- (5) باغ و بہار کا تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر رشید حسن خان (6) داستانوں کی عدنی فائنات
- (7) ڈاکٹر سہیل احمد (8) اردو کی زندہ داستانیں، ڈاکٹر منظر عباس
- (9) مقدسات باغ و بہار، ڈاکٹر اسلم عسکری درانی، (10) اردو ناول کی
- تنقیدی تاریخ، ڈاکٹر احسن فاروقی (11) ناول بیسویں صدی میں، ڈاکٹر
- عبد السلام (12) رسوا ایک مطالعہ، ڈاکٹر میمنہ الفاری (13) مرزا محمد ہادی رسوا
- ڈاکٹر فرمان فتح پوری (14) قرۃ العین حیدر کا فصولی مطالعہ، ڈاکٹر نعمت الحق
- (15) مولوی نذیر احمد کی ناول نگاری، انیس باگی

لیکچر افسانوی ادب شعبہ اردو اقبالیات

فرسٹ سمسٹر 2020 - 2022

مارننگ شفٹ مدثر محمد

لیکچر نمبر (1)

اس مضمون میں ہم افسانوی ادب کے بارے میں پڑھیں گے چونکہ آج آپ کا لیوینورسٹی کا پہلا دن ہے اس لیے آج ہم آپ کا تعارف کریں گے اس کے بعد جو جریم نے مدثر میں پڑھنا اس کے بارے میں بات کریں گے۔ آج کے لیکچر میں ہم شعری تعارف پڑھیں گے کہ داستان کیا ہے؟ داستان کا وجود کیا ہے۔ ہم نے پڑھنا ہے۔

★ داستان کیا ہے۔

★ باغ و بہار۔

★ میرامن کا تعارف

★ باغ و بہار کا تنقیدی مطالعہ۔

لکیر ۲

کھلے لکیر میں ہم نے مختصر سے تعارف کیا
آج سے ہم لکیر کا باقاعدہ آغاز کرتے ہیں۔ آج کے لکیر میں ہم
داسٹان کے بارے میں اور میرامن کا تعارف پڑھیں گے۔

داستان اعمام طور پر اس طویل اور فرضی قصبہ کو کہتے ہیں جس میں واقعات پرکشش بنا کر اس طرح پیش کیے جاتے ہیں کہ پڑھنے والے کی دلچسپی برقرار رہے۔ داستان میں جتنی، پری کے کارنامے اور ایسے حادثات جو انسانی فطرت سے دور ہوں وہ بیان کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ حسن و عشق کی رنگین باتیں ہیروئن اور شہزادوں کی ملاقاتیں، عشق کی باتیں، سیلاب گین اور طویل واقعات داستان کے لازمی اجزاء ہیں جو قاری کی دلچسپی برقرار رکھتے ہیں۔

میرامن کا تعارف

میرامن جن کا اصل نام بعض تذکرہ

نگاروں نے ان کا نام میرامن لکھا ہے بعض محققین نے ان کی ولادت ۱۷۵۷ء کے آس پاس ان کی ولادت تسلیم کی ہے۔ ۱۸۰۱ء میں میرامن دہلوی نے ڈاکٹر گلگرسٹ کی فرمائش پر میر عطاء حسین کی کتاب (لو طرز مرصع) کو دلی اعمام فہم سادہ اور بامعاورہ اردو زبان کو اس طرح لکھا کہ

ان کی کتاب کے مقابلے میں میر عطاء حسین حسین کی کتاب کی کوئی وقعت نہ رہی اور انہوں نے اس کتاب

کاٹا آباغ و بہار رکھا۔ صبر امن باغ و بہار کے
 دیا ہے میں فورٹ و پلیم کالج کے قیادگی و جوہات
 بتاتے ہوئے تھے۔ مگر مجھے شوق ہوا کہ اردو زبان سے واقف
 ہو کر ہندوستان سے گفت و شنید کرے اور کام کو
 بہتر طریقے سے انجام دیں۔ فورٹ و پلیم کالج سے
 دانشان کا ایک طویل سلسلہ نکلا ہے جو انگریزوں
 نے شروع کروایا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ داستانوں کے
 ذریعے ہر صنف کی معاشرت، رسم و رواج، عقائد
 اور زبان کی زبان کو اپنی طرح سے سمجھا جاسکے
 بلکہ اچھے طریقے سے حکومت کر سکیں۔ فورٹ و پلیم کالج
 میں لکھی جانے والی داستانوں میں حیدر بخش حیدری کی
 آرائش محفل اور طوطا کہانی۔

خلیل اللہ خان کی داستان "صبر حمزہ" جس کو سب سے زیادہ
 مقبولیت اور اہمیت ملی ہے وہ باغ و بہار ہی ہے۔

مقبولیت اور اہمیت ملی ہے وہ باغ و بہار ہی ہے۔
 تہذیب و ثقافت۔

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے۔
 جس کے لغوی معنی انسانیت، خوش اخلاقی، شائستگی،
 سوسائٹی کے اصول اور رسم و رواج کے ہیں۔
 ان معنوں کو اگر دیکھا جائے تو باغ و بہار کے حصوں میں

لیکچر ۳۵

کچھ لیکچر میں ہم نے داستان اور میرامن کا تعارف

پڑھا آج کے لیکچر میں ہم میرامن کے بارے میں پڑھیں گے کہ

وہ باغ و بہار سی کون سی زبان پیش کرتے تھے۔ کردار نگاری کے حوالے
سے بات کریں گے۔

باغ و بہار کو زندہ شجر کی کتاب اس لیے بھی لکھا گیا ہے کہ اس میں باتیں کرنے کا انداز بالکل فطری اور قدرتی ہے۔ اس کی زبان اُس زمانے کی عام زبان اور عام لوگوں کی زبان ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ زبان اُس زمانے کی اجتماعی زندگی کی ترجمان ہے۔ میرامن نے اس کتاب میں ایسے لکھا ہے کہ جیسے کوئی چلتا پھرتا باتیں کرتا ہو اور باتیں بھی ایسی سچی اور پیاری کہ آدمی مستند رہے اور جی نہ کھرے۔

بقول پروفیسر محمد ارشد کینی

باغ و بہار کو میرامن نے دہلی کی بول چال کے انداز میں اس طرح لکھا ہے کہ دہلی کے روزمرہ اور محاوروں کا رنگ اپنے معاشرے کا تہذیب و تمدن اور روایات کی داستان اس کی سطر سطر میں موجود ہے۔

کردار نگاری

زبان کی قدرت کائنات میں ہے کہ ہر حالت اور موقع کی مناسبت سے الفاظ استعمال میں لائے گئے ہیں۔ اگر کوئی شہنشاہ ہے تو اس کی شان و شوکت بادشاہ جیسی ہے اگر کوئی فقیر ہے تو فقیروں جیسی حالت دکھائی گئی ہے۔ میرامن نے یہ کام بخوبی انجام دیا ہے۔

لکچر نمبر 04
کچھ لکچر میں ہم نے باغ و بہار کے عالم میں

بڑھا آج کے لکچر میں ہم نے باغ و بہار کا تنقیدی مطالعہ پڑھیں

سوال: "باغ و بہار" کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

جواب: پروفیسر حمید خاں

حمید خاں لکھتے ہیں کہ

"میرامن کی باغ و بہار" پاکیزہ اور شفاف اردو کا اہلنا
ہوا چشمہ ہے۔

مولوی عبدالحق

مولوی عبدالحق نے "باغ و بہار" کو اردو

نثر کی چند کتابوں میں شمار کیا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والی اور
مشوق سے پڑھی جانے والی ہے۔

مولوی سید محمد

میرامن نے اردو زبان کے بارے

میں ایسی سحرگاری کی ہے جب اردو زبان زندہ ہے اس کی قدر و قیمت
میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

پروفیسر سید وقار عظیم

داستانوں میں جو قبول عام

"باغ و بہار" کے حصے میں آیا ہے وہ اردو کے کسی اور داستان
کو ٹھیک نہیں ہوا۔

اختصار پسندی

داستان نگاری کے لیے تین شرطیں بنیادی

قرار پاتی ہیں: اپنے خیالات اور تصورات کو دوسروں تک

طوالہ: قصیدہ اور الشاہر داری

لکچر مینٹری
چھ لکچر میں ہم نے باورغ و بہار کا تنقیدی

مطالعہ کر دیا آج کے لکچر میں ہم قصبہ چہار دولین کے بارے میں
پر دھیں گے اور بعد کے قصبہ چہار دولین کو میر امن نے باورغ و بہار
میں لانے کا کیا مقصد تھا۔

سوال: چاروں درویش کمائی کے مرکزی کردار ہیں۔ میرا سن دہلوی نے ان کے کردار نگاری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ بحث کریں؟

جواب: سید وقار عظیم لکھتے ہیں کہ:

”باغ و بہار کی سب داستانوں کے ہیرو (درویش) خط و خال کے تھوڑے بہت ناگزیر اختلاف کے سوا ایک ہی مٹی اور خمیر کے بنے ہوئے ہیں۔“

قصہ بنیادی طور پر درویشوں کا ہے۔ ان کے کردار قصہ میں خاصے اہم ہیں۔ چاروں درویش تاجر زادے یا شاہ زادے ہیں مگر ان میں انفرادیت یا کشش بہت کم ہے۔

سید وقار عظیم کے بقول:

”ہر ایک عشق کے میراں کا مرد ہے اور اس عشق میں نیاز مندی کی آخری حدوں سے گزر کر سعادت مندی کو اپنا شیوہ و شعار بناتا ہے۔ ہر ایک موم کا بنا ہوا ہے اور حسن کی شمع کی ہلکی سی گرمی بھی ان کے جسم نازک کو تملادینے کے لئے کافی ہے۔ خوشامد، لجاجت، عاجزی، انکساری ان سب کا مزاج ہے۔ ان کا قدم سیر و شکار سے آگے نہیں بڑھتا اور کبھی کبھی حسن کی فرماں برداری میں جب جانبازی کا کوئی کارنامہ ان سے صادر ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جاں بازی اس کی سرشت میں داخل نہیں، بلکہ اضطراری طور پر سرزد ہوئی ہے۔ بالآخر ان اضطراری جاں بازیوں سے تھک ہار کر ہر ایک جان شیریں جان آفریں کے سپرد کرنے پر آمادہ ہوتا ہے تو غیبی طاقت اس کی منزل کا رخ بدل دیتی ہے اور اس منزل پر چلتے چلتے ہر ایک، ایک ہی مرکز پر پہنچتا ہے اور اس مرکز پر پہنچتے پہنچتے اپنے آپ کو درویش، فقیر، یا قلندر بنا لیتا ہے۔“

1۔ پہلا درویش یمن کے ملک التجار کا بیٹا ہے۔ وہ اپنی داستان کے آغاز میں بتاتا ہے کہ۔

”فقیر نے بڑے چار چوز سے ماں باپ کے سائے میں پرورش پائی۔۔۔“ تعلیم و تربیت کا یہ حال ہے کہ فن سپہ گری، روزنامہ، بھی لکھتے، سب کچھ سیکھ چکا ہے۔ مال و منال کی کچھ کمی نہیں۔ ہر طرح کا عیش نصیب رہا ہے:

”چودہ برس تک نہایت خوشی اور بے فکری میں گزرے۔ کچھ دنیا کا اندیشہ دل میں نہ آیا۔ ایک بہ ایک ایک ہی سال میں والدین قتائے الہی سے مر گئے۔“

باپ کی بے بہا دولت پا کر اس کے قدم سنبھلے نہ رہ سکے۔ مصاحب اسے عیش و عشرت کی طرف مائل کرتے ہیں۔ نتیجتاً ہمک جاتا ہے، اس کا اعتراف وہ خود یوں کرتا ہے:

غرض آدمی کا شیطان آدمی ہے۔ ہر دم کے کہنے سننے سے اپنا بھی مزاج ہمک گیا۔ شراب، ناچ اور جوئے کا چرچا شروع ہوا۔ پھر تو یہ نوبت پہنچی کہ سوداگری بھول کر تماش بینی کا اور لینے دینے کا سودا ہوا۔“

(باغ و بہار، صفحہ 21)

وہ اس اخلاقی تنزل کی طرف بڑی سرعت سے قدم بڑھاتا ہے۔ دولت کا بے دریغ استعمال

لکچر نمبر 6۔

پچھلے لکچروں میں ہم نے باغ و بہار کے بارے
میں پڑھا تھا آج سے ہم ناول پڑھنا شروع کریں گے۔
مولوی نذیر احمد کا تعارف پڑھیں گے۔

نذیر الہم

تعارف

6 دسمبر 1836ء ضلع بجنور۔ ڈپٹی نذیر الہم
 کے والد جناب مولوی سعادت علی کو ان کے نانا قاضی غلام علی
 شاہ گھر داماد بنا کر رکھا ہوا تھا۔ انہی کے گھر 6 دسمبر 1836ء کو
 نذیر الہم پیدا ہوئے نذیر الہم کا نام ان کے والد نے رکھا تھا۔
 عذرا وہ پہلی اپنی اہلی نام کے علاوہ کسی بھی اور نام سے مشہور
 نہیں ہوئے۔ ان کے والد کا مسند حسب "عبود الغفور الخلم پوری"
 بجنور سے ملتا ہے۔ ڈپٹی نذیر نے ایک مشہور دین دار
 گھرانے میں جنم لیا۔ ڈپٹی نذیر نے معمول کے مطابق گھر
 پر قرآن پڑھا۔ ڈپٹی نذیر کے والد سکول کی
 پڑھائی سے مطمئن نہ تھے۔ لہذا انہوں نے گھر پر تعلیم
 دینا شروع کر دی۔ نذیر الہم کو ریاضی اور تاریخ
 + سے بالکل دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن عربی اور فارسی
 میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔

مولوی نذیر الہم اردو کے بہت ہی مشہور مصنف
 ہیں۔ ان کی کتابوں مرآۃ العروشن اور توبہ النجور
 نے بہت شہرت پائی ہے۔ اور مختلف درجوں
 کے کتبہ میں شامل بھی رہے ہیں۔ ان کتابوں کو
 پڑھنے والوں کی فہم پر چلتا ہے۔

وہ عمری کے عالم بھی تھے۔ اور اردو سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے اور با محاورہ زبان لکھنا لکھنے کا طر لفظ بھی ان کو خوب آتا تھا اور یہ بھی نظر آتا تھا کہ وہ سماجی اور اخلاقی بہترینوں کے خلاف بھی تھے۔
 انٹرکارڈیٹری نذیر احمد فالج کی بیماری میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ۱۹۱۲ء کو دہلی میں وفات پائی۔
 ناول کا پلاٹ۔

یہ ناول نذیر احمد کا تیسرا ناول ہے جو کہ ۱۸۷۴ء میں شائع ہوا یہ ایک اصلاحی، معاشرتی و اخلاقی ناول ہے ناول میں پلاٹ کی + حقیقت پر مبنی مڈی کی سی ہو گیا ہے لیکن اگر اس لفظ کو وسعت دے دی جائے تو یہ کہنا درست ہو گا کہ زندگی ناول کا دل ہے۔

اس کہانی کا پلاٹ سید ہاشماد ہا سے کہانی کی بنیاد ایک خواب پر رکھی گئی ہے جسے دیکھ کر میاں رفیع نے اپنے اصلاحی مشن کا آغاز کرنا ہے۔ قصہ واضح طور پر تین حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں رفیع کے خواب سے فہمیدہ (سوی) کو اصلاحی اولاد میں معاون بنانے تک تشریف واقعات ہیں۔
 دوسرے حصے میں فہمیدہ، حمیدہ، حکیمہ اور لانا سے متعلق مواد ہے

لیکچر نمبر 7

مجھے لیکچر میں، ہم نے نذیرا لہ کا تعارف پڑھیں
گئے آج کے لیکچر میں ہم توبہ النورح کے بارے میں پڑھیں گے
کہ یہ ناول کس طرح لکھا ہے اور اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

ملاقات:

ناول کا ملاٹ سید عاسد اور اکبر اسے دہلی میں بیٹے کی دہا پڑی روزانہ کثیر تعداد میں لوگ مرنے لگے۔ پورے شہر پر خوف اور اداسی طاری ہو گئی۔ ہر طرف سنائے اور دیرانی کی حکمرانی نظر آتی تھی۔ دن کے وقت بازاروں میں جانے سے ڈر لگتا۔ کسی کو اپنی زندگی کا یقین نہ رہا جس کو دہا لگی وہ مرکز ہی گھر سے نکلا۔ شہر کی کم و بیش نصف آبادی اس دہا کی نظر ہو گئی۔ سینکڑوں عورتیں بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم ہو گئے میاں نصوح کے اپنے گھر اس کا باپ رشتے کی خالہ اور گھر کی ماما تین دنوں میں اس دہا کی بھیشت چڑھ گئے۔ عام طور پر لوگ خدا اور عبادات کی طرف رجوع ہوئے۔ نصوح نے حفظ ماتقدم کے طور پر گھر میں بیٹے اور اسباہ کی دوائیں جمع کر لیں مگر دہا کسی کو دوا دار کا موقع ہی نہ دیتی تھی نصوح کے والد کی وفات میں دوائیں بے کار ثابت ہوئیں۔ آخر وہ رضائے الہی سمجھ کر وقتی طور پر خاموش سا ہو گیا۔ جب عہد الملک بھی اسی دہا کے ہاتھوں راہی ملک عدم ہوئے تو لوگوں کو کچھ تسلی سی ہو گئی کہ اب شاید دہا کی شدت کم ہو جائے گی۔ دوران دہا نصوح کے گھر میں چادلوں کے پکانے کی احتیاط برتی گئی۔ اب حالات بدلے ہی نصوح نے زردہ پکرایا۔ بس یہی اس کے بیٹے کا سبب بنا۔ پچھلے دو ماہ کی اموات نے اس کا یقین پکا کر دیا کہ دہا بڑے بچے کا۔ مقامی حکیم صاحب کی دوا کارگر نہ ہوئی تو شفا خانے کے ڈاکٹر کو بلا لیا گیا۔ اس نے دوا کی ایک خوراک تو اپنے سامنے پلائی اور تاکید کی کہ دس پندرہ منٹ بعد عرق پلا دیں۔ مریض کے آس پاس شور و غل سے منع کر دیا اور قتل دی کہ اگر نصوح کو خیندا جائے تو اس کے بچ جانے کی امید ہے بصورت دیگر ڈاکٹر صاحب کو دوبارہ بلا لیا جائے۔ ڈاکٹر کی دی ہوئی بے ہوشی اور سکون کی دوا کے زیر اثر نصوح خوب سو یا۔ اسی خیند میں اس نے خرد کو میدان حشر میں پایا۔ جہاں لوگ خدا کے حضور اپنے اعمال کے حساب کتاب کے لئے جمع تھے۔ اسی مجمع میں اس کی ملاقات اپنے باپ سے ہوئی جو زندگی میں بظاہر نیک انسان تھے باپ کی زبان سے معلوم ہوا کہ وہ (باپ) اس وجہ سے ماخوذ ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت اور پرورش خدائی احکام کے مطابق نہ کر سکا تھا۔ باپ نے دفن سے لے کر قبر کے داخل اور پھر روز حشر خدا کے ہاں حاضر ہونے تک کے واقعات دہرا کر زندگی میں اپنی کوتاہیوں اور نقائص کا کھل کر ذکر کیا۔

سب خواب سے بیداری پر نصوح کو اپنے اعمال و افعال بھی کو اور ناقص نظر آئے بچوں کی تربیت کی طرف سے اس نے بھی سرگماں انسانیت کا مظاہرہ کیا ہوا تھا۔ باپ کے اشارے سے خورزدہ ہو کر وہ میاں نیکی اور ادائیگی نماز کی طرف راغب ہوا پھر بیوی کو قائل کیا کہ

سارونہ۔ خور نیکی کی طرف راغب ہو کر اور اس عبادت کی پابندی کرے گی بلکہ بچوں خاص طور پر اپنی لڑکیوں وغیرہ اور حمیدہ کی صالح تربیت میں کوشاں ہوگی نہمیدہ پہلے بھی نیکی کی طرف راغب تھی اس کو نہایت دیکھ کر چھوٹی بیٹی حمیدہ بھی نماز کی پابند ہو گئی۔ بڑی بیٹی نصیرہ حال ایک مشکل کا باعث بنی وہ شادی اور ایک بچے کی ماں اور انتہائی گستاخ لڑکی تھی۔ اس کی بدتمیزی کا یہ عالم تھا کہ نماز کو

نصیرہ نے ایک مشکل کا باعث بنی وہ شادی اور ایک بچے کی ماں اور انتہائی گستاخ لڑکی تھی۔ اس کی بدتمیزی کا یہ عالم تھا کہ نماز کو

اس نے سمجھانے بجھانے اور اس کے گھر پلوئے نہ ہی اس کے زیر اثر وہ اہدایت یافتہ ہو گئی۔ نصوح نے لڑکوں کا ذمہ خود لیا۔ سلیم اور علیم محلے کے ایک نیک اور دین دار خاتون "حضرت بی" کے نواسوں کی تربیت مائل بنی ہوئے۔ بڑے لڑکے کلیم کا معاملہ بہت ہی ٹیڑھا ثابت رہا۔ وہ اس موضوع پر باپ سے بات تک نہ کر پرمادہ نہ ہوا۔ سوچ کے بار بار بلانے کے باوجود اس کی ملاقات کو نہ لیا۔

لیکچر نمبر 8

مجھے لیکچر میں ہم نے نذیر الہ کے ناول قوسیم
النصر ح پر بات کی آج + ہم نذیر الہ کی زبان والی پر بات
کریں گے۔

نذیر احمد کو زبانِ دانی پر عبور حاصل تھا اور ان کی زبانِ دہلیویت
کی نمائندہ زبان ہے، بحث کریں؟

نذیر احمد کے ناولوں پر کوئی تبصرہ ان کے اسلوب کے جائزے
کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ اردو کے پہلے ناول نگار کی حیثیت سے
انہیں نئے طرز کی واقعاتی کہانیوں کے لیے ایک موزوں اسلوب
بھی اختیار کرنا پڑا۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ اس کوشش میں
کس حد تک کامیاب ہوئے۔ نذیر احمد کے بیانیہ اسلوب میں
میرامن کے اسلوب کی بعض بنیادی خصوصیات موجود ہیں۔
اور صاحب ”اربابِ نثر اردو“ نے بجا طور پر نذیر احمد کو میرامن
کا خوشہ چین قرار دیا۔ لیکن ان دونوں کے اسالیب میں وہی
فرق ہے جو داستان اور ناول کو فن کے نقطہ نظر سے الگ کرتا ہے۔
میرامن کا اسلوب صرف داستانوں کی خیالی فضا پیدا کرنے میں یا
واقعات نگاری میں کام آ سکتا ہے۔

بقول ڈاکٹر عبدالحق

”مرحوم اگر سراتۃ العروس کے سوا

کوئی دوسری کتاب نہ لکھتے تو وہ بھی وہ باکمال انشا پرداز
مانے جاتے اور ان کی حیات جاودانی کے لیے صرف یہی ایک کتاب
کافی ہے“

محاورہ

انہیں روزِ سرہ اور محاورہ اور زبان و بیان کا مطلق الغنان

لیکچر نمبر ۹

مجھے لیکچر میں ہم نے زبان دانی اور گفتگو کی آج
کے لیکچر میں نذیر احمد نے موضوعات پر بات کر دی
ان کے ناول تو بہتہ النفوس، مہذات النفس کے بارے میں
بات کر دی گئے۔ کئی انہوں نے اپنے ناولوں میں کون سی باتوں کو
نکالا ہے۔ اس کے ناول کس بات کو ظاہر کرتے ہیں۔

لیکچر نمبر ۱۵

کھیلے لیکچر میں ہم نے موضوعات پر بحث کی۔

آج کے لیکچر میں ہم نے نذیر الہ کے ناولوں کی فقیر سیاست
کرداروں کے بارے میں بات کریں گے۔

مرے ہے۔ اس طرح انگریزی بھی ان کی دوسرے میں شامل ہو لے

ناولوں کی خصوصیات

نذیر احمد کے ابتدائی ناولوں میں

طبقہ نسوان کے مخصوص الفاظ، محاورات اور اصطلاحیں نسبتاً

زیادہ ہیں لہذا وہ عام طور پر اسی کے فن کے ماہر جانے جاتے

تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مختلف علوم و فنون کے مطالعے اور

معاشرتی زندگی کے وسیع مشاہدے کی بدولت ان کی معلومات کا

دائرہ نہایت وسیع تھا۔ انہوں نے علمی و مذہبی اصطلاحیں

دفتری و علمی و عدالتی اصطلاحیں، مختلف پیشوں کی اصطلاحیں

پتنگ بازی، شطرنج و گنچہ وغیرہ کی اصطلاحیں اپنے ناولوں

میں استعمال کی ہیں۔ نذیر احمد کے الفاظ کی یہ وسعت ہمیں

نظیر اکبر آبادی کی یاد دلاتی ہے۔ نذیر نے الفاظ کے انبار

تو کفار دے دیں اس سے کھیا نہ سہلے

کردار

نذیر احمد کے ناولوں کے بیشتر کردار شہری ہیں۔ اگر
چہ ان مکالموں میں بھی ان کی ذہنی سطح اور معاشرتی حیثیت کے
مطابق الفاظ، محاورات اور لب لہجہ کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔
لیکن جب خود پہائی کردار ہمارے سامنے آتا ہے تو زبان اور
لہجے کا فرق زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

بقول ڈاکٹر اعجاز حسین

ڈاکٹر اعجاز حسین نے نذیر احمد کی لفاظی

پر نہایت لطیف پیرائے میں طنز کیا وہ اپنے ایک مقام لے

”نذیر احمد کا ذہنی تجزیہ“ میں ایک جگہ لکھتے ہیں

”نذیر احمد کی ذہنیت میں ایک بڑے مزے کا آفتاد ملتا ہے۔

جس قدر وہ روپے سے خرچ کرنے میں کفروں سے تھکے، اتنا ہی الفاظ

کا ذخیرہ لٹافے میں فیاض تھا میرا خیال ہے کہ وہ اپنی جزر سی

کی تلافی روپے سے نہیں بلکہ الفاظ سے کرنا چاہتے تھے۔۔۔۔“

مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمے میں موزوں ترین الفاظ کے انتخاب

کو ان کے اسلوب کی سب سے بڑی خوبی قرار دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں

وہ ٹھیک، جاندار اور جساں الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ان سے

بہتر اس خیال کے اظہار کے لیے سمجھ میں نہیں آتے۔۔۔۔۔ انہیں اس

بات کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ پیر پھیر یا تشبیہات و استعارات

سے اپنا مافی الفہرہ ادا کریں۔ وہ اسی زبان میں سے جسے ہم روزمرہ بولتے

لکچر ۱۱

کچھ لکچر میں ہم نے نذیر احمد کے ناولوں کی خصوصیات
کے بارے میں بات کی آج ہم اسائنمنٹ کے بارے میں بات کریں
گے۔

لیکچر نمبر ۱۲

آج ہم پرہیز نشین کے بارے میں بات کریں گے پرہیز نشین ہوگی اور کوشش ہوگا۔

لیکچر 13

اس لکچر میں ہم یہ پڑھیں گے کہ مولوی

نذیر احمد کس طرح سماجی پس منظر اور زندگی کا خارجی پہلو دکھائے
ہیں۔ اچھا ناول نگار کسی نہ کسی حد تک ایک سماجی نارنج ہوتا ہے۔
ادب کی دنیا میں جتنے بھی ناول ہیں۔ ان ناولوں میں معاشرے
اور زمانے کی روح کی آنکھیں دار ہوتی ہیں۔

لکچر قلم

آج کے لکچر میں ہم مولوی نذیر الہ کے اسلوب

کے بارے میں بات کریں گے مولوی نذیر الہ کا اسلوب
انتہائی سادہ اور عام فہم ہے اس میں انہوں نے انسانوں کے کرداروں
کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے تو بہت ہی
سائنس النفس یا ابن الوقت میں جو اسلوب استعمال کر دیا ہے
وہ قابل دید ہے

لکچر ٹریڈا تو تہ الفروج کلفے کا مقصد
آج کے لکچر میں ہم نے تو تہ الفروج کلفے کا
مفسر بیان کر دیا ہے مونی نذرانہ جس معاشرے کی تصویر کشی
کی ہے وہ اس معاشرے ادیب لوگ بھی اپنے والدین کی قدر
نہیں کرتے تھے۔ تو تہ الفروج ناول ایک خواب پر لکھا گیا اس
ناول میں لغیم ادیب تھا مکی بد زبان تھا۔ اس ناول میں انہوں
نے اپنے بچوں کو تربیت دینے کا مشورہ کیس ہی سے دینے پر زور دیا۔

نذیرؔ ۱۶

آج کے نذیرؔ میں ہم زندگی کے داخلی پہلو پر
بات کریں گے مولوی نذیرؔ الہ نیرؔ ناول نگار تھا۔ انہیں اردو
ادب کا سچا ناول نگار مانا جاتا ہے انہوں نے زندگی کے
اندرونی مسائل پر بہت تفصیل سے بات کی ہے۔ نذیرؔ الہ کا امتیاز
یہ ہے کہ نہ صرف وہ ناول نگار ہیں بلکہ کردار نگاری کے فن میں
بھی انہیں نقاشی اولیت حاصل ہے۔ انہوں نے اصلاً حتمی دھن
میں کئی دہائیوں کا قماشائیں بنایا بلکہ اپنے عہد کے جتنے جاگتے معاشرتی
ماحول کو سامنے رکھ کر اس ماحول سے وابستہ جتنے جاگتے کردار تخلیق کیے۔

لکچر نمبر 17

جی تو آج فائنل کا سلیبس شروع کریں گے

میریہ ہم نے باغ و بہار اور نذیر الہ کے ناول ٹوہمہ النفوس
پر ہم نے تفصیل سے بات کی۔ اب ہم ٹوہمہ النفوس کو پڑھا لیا
تو اب امر او جان ادا، ایک چادر میلی سی اور آخر شب کے
سفر پر تفصیل سے بات کریں گے۔

ٹوہمہ النفوس میں ہم نے نذیر الہ کے اسلوب کے بارے میں پڑھا
امر او جان ادا بھی نذیر الہ کا ناول ہے جس میں انہوں نے سچ
محاشرے کی تصویر کشی کی ہے جس میں عورت کو ذلت کی نگاہ سے
دیکھا جاتا ہے اور پھر ایسے عورت ہیں جو عورت کو عزت کی نگاہ سے
دیکھتی ہیں۔

لکھنؤ 18

آج کے لکھنؤ میں ہم نے امراؤ جان ادا کا
تعارف پڑھیں گے کہ وہ خون سے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اور زندگی
نے اسے کس صورت میں لاکھڑا کیا۔ نذیر احمد نے اس کی کس طرح تصویر کشی
کی ہے۔

لطف ہے لون سی کہانی میں
آپ جتنی کہوں کہ چک جیتی

میر فردوس سوانحی ناول اور پہلا انشائی ناول ہے۔ امراؤ جان کا
اصل نام اسپرن تھا۔ 1899ء میں شائع ہوا اور ڈاکٹر عبید
الہاری نے تنقیدی مقالہ بھی لکھا ہے۔ امراؤ کا پہلا نمبر
نواب شجاعت علی خان کی بیٹی کی شادی پر ہوا۔ ناول
”لاطینی“ زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے الفحشاء
نہ الہر یہ صنف انگریزی سے اردو ادب میں آئی۔
اس کی کہانی میں حقیقت کا بیان ہوا
ناول داستان کا تاریخی ماحول ہے۔
اس کے اجزائے ترکیبی میں پلاٹ کردار، واقعات
آغاز، حقیقت نگاری، مقالہ نگاری، زبانوں و سبب
اور انجام شامل ہے۔ لیکن صفا اس میں کردار بنیاد
اہمیت رکھتے ہیں۔ اردو ادب کے سب سے پہلے
ناول نگار ڈی پی نذیر احمد ہیں۔ اور ان کا پہلا ناول
مرآۃ الکروس ہے۔ اردو ادب کے سب سے پہلے انشائی
ناول نگار مرزا بادی رسوا ہیں۔

انہوں نے انسانی نفسیات کا بغور مطالعہ کیا۔ مرزا بادی
کا ناول ”امراؤ جان ادا“ اردو کے انشائی ادب میں

لکھی عزیز ۱۸

آج کے لکھی میں ہم نے امراد جان ادا کے
مناوہوں کرداروں کے بارے میں بات کریں گے کردار نگاری اصل میں
ہوتی کیا ہے۔

کردار نگاری

کردار کسی بھی ناول، افسانے، یا ڈرامے

میں رہنمائی دہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کرداروں کے بغیر
نئی کہانی تصور بھی نہیں کی جاسکتی۔ کردار نگاری کے معنی
میں اس کی تخلیق قوت بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ رسوا میں
کردار نے کی قوت کم معلوم ہوتی ہے۔ ان کے زیادہ تر کردار
محکمہ اور تراشے ہوئے بہت ہی رہ جاتے ہیں۔ جو اگھنے کی بجائے
فنی تاثر ہی جاتے ہیں۔ اور کچھ کردار زندہ غمور رہ جاتے ہیں۔

اور کچھ تو دائمی زندگی بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ امراؤ جان کا ہر
کردار نہایت صاف ہے۔ لیونڈر کردار ہی کسی کہانی یا ناول کی
وہ خصوصیت ہوتے ہیں جو زندگی کے بے ربط واقعات کو
ایک لکڑی میں پرو کر اور بے مقصد زندگی میں قدروں کی
تخلیق کرے اسے ناول کی شوق عطا کرتے ہیں۔ لیونڈر
اچھی کردار نگاری ناول کے تمام مختلف عناصر کو متحرک کرتی ہے
اسراؤ جان ادا میں اسے بھی کردار ہیں جو ذرا سی دیر کے لیے
آئے لیکن اپنا دائمی اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ مثلاً ان "خان صاحب
کو دیکھ لیجے جو لو اب سلطان کی موجودگی میں آسراؤ
کا باقی بکریاں ہیں وہ رینی جان کو دے دینے میں مگر
رینی غمور و خاتم رہتے ہیں۔

امراؤ جان ادا

ناول فاس سے ہزاردار امراؤ کا ہے۔ اس کی
اہمیت مسلم ہے۔ وہ قلعے کی بیرونی ہے۔ اس کے پورے قلعے پر
چھاٹی ہوئی ہے
بقول ڈاکٹر میمونہ الہادی

”امراؤ جان ادا کا کردار اردو زبان
میں اہم ترین کردار ہے۔ یہ پہلا سفیدہ کردار ہے جو اپنی زندگی کا
ضامن ہے۔ اب تک اس کردار کا ثانی کردار تخلیق نہیں ہوا۔“
امراؤ جان پیدا کشی طوائف نہ تھی وہ شریف زادی تھی اور شریف
گھر ان میں پیدا ہوئی تھی۔ دس برس تک شریف والدین کے زیر
سایہ زندگی بسر کی۔ پھر ایک منقسم مزاج کے انتہائی آگے بھینٹی
چڑھ کر اغوا ہو کر خانم کے گھر لے گئی۔ جہاں تعلیم و تربیت
پاکر طوائف بنادی گئی۔ شاعرہ تھی۔ ادب سے میں تھا۔ امراؤ
جان ادا کے کردار پر ہزار سوانے بڑی محنت کی ہے۔ امراؤ
کے کردار میں تدریجی تبدیلیاں دراصل اس کی فطرت کی شریکان
جو ہر کی پیداوار ہیں۔ یہ جو ہر اسے ورثہ میں ملا تھا۔ اب اس
کی زندگی میں ایک نیا موڑ اس وقت آیا جب وہ چھلکے کے کھنڈن
ماحول سے متنفر ہو چکی، لہذا اسے زندگی بن کر جینا پسند نہیں
خانم

خانم کا کردار اس ناول میں ایک خاص مقام کا حامل ہے۔
اپنے کردار کے حوالے سے گناہ کی دنیا میں وہ ایک سردار اور پیش
رو کی حیثیت رکھتی ہے۔ ناول کی مضامین میں خانم جان لوہا بن
کے لیے خود قدم پر سامان تلاش فرام کر رہی دکھائی دیتی ہے۔
ملک کے مہول و عرس سے پہلے پہلا کراچی لائی گئی یا اغوا شدہ کردہ کیوں
کو اون بچنے والوں خرید لینا خانم کا شیوہ ہے

لسکچر نمبر ۲۰

مختصہ لکچر میں ہم نے امرا و جان کے سردار نگار کی پرہیز
کی آج کے لکچر میں ہم نے امرا و جان کے موضوع پر بات کریں گے۔

سوال : امر او جان ادا کا اصل موضوع معاشرتی زوال ہے۔ مرزا رسوا اس موضوع کو اجاگر کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے ہیں؟ ان کے ناول ”امر او جان ادا“ سے مثالیں دیکر واضح کیجئے۔ نیز یہ معاشرتی زوال لکھنؤ کی تہذیب کا زوال ہے بحث کریں۔
جواب :

یہ (امر او جان ادا) ایک رٹھی کی کہانی اس کی زبانی ہے۔ موضوع نہایت خطرناک تھا۔ باوجود اس کے کہ مغرب میں عصمت و عفت کا معیار اتنا بلند نہیں جتنا کہ مشرق میں ہے پھر بھی مایا کا مصنف اپنی تعریف و طعن میں نہ چھپوا سکا تھا۔ ہمارے عفت مآب ہندوستان میں یہ ذکر ہی چھیڑنا باعث بدنامی و انگشت نمائی تھا لیکن فطرت نگار رسوا نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ لوگ روکتے ٹوکتے ہی رہے مگر اس کا فن کاری قلم چل پڑا اور اس نے مطعون طبقے کی ایسی تصویر پیش کر دی جو اردو ادب میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔

”امر او جان ادا“ کا موضوع زوال ہے۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام اس خیال سے اتفاق نہیں کرتے کہ رسوا کا یہ ناول ایک طوائف کی داستان ہے اور وہی اس کا موضوع ہے۔ وہ لکھتے ہیں :
”اس میں کوئی شک نہیں ”امر او جان ادا“ ناول میں ایک اہم کردار کی حیثیت رکھتی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہی اس ناول کا موضوع بھی ہو۔ ناول کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کیلئے یہ اس لیے کہ ہر موضوع چند مخصوص امکانات کو بروئے کار لائے اور فطرت کی ان لہروں کو بہتا ہوا دکھائے جو واقعات اور کرداروں کی ساخت پر داغ کرتی ہیں۔ موضوع

لکچر نمبر 21

مجھے لکچر میں سیم نے موضوع کے بارے میں بات
کی آج کے لکچر میں سیم نے معاشرتی ردال کے بارے میں بات کر رہی تھی کہ
کس طرح مرزا ہادی رسوا نے معاشرتی ردال پیش کیا۔

معاشرتی زوال
معاشرتی زوال رسوا کے ناول امر او جان ادا کا موضوع ہے۔ رسوا اس معاشرت تصویر دکھانا چاہتے تھے۔ ان کے ذہن میں اس کا ایک تصور بھی تھا ان کے چاروں طرف اس کا مواد بکھرا ہوا تھا اور یہ مواد آسانی سے گرفت میں لانا محال تھا۔ اس میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ اسے براہ راست استعمال کر سکیں اور جہاں سے چاہیں بٹے چلے جائیں۔ سرشار کی طرح ان میں یہ حوصلہ نہ تھا کہ وہ ناممکن کو ممکن اور ممکن کو قطعی ثابت کر دکھائیں۔ وہ ہر سچے فنکار کی طرح شرمیلے تھے اور انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ وہ ہر وقفہ کے بعد پکار کر کہیں۔
”تمہیں مجھ پر یقین رکھنا چاہیے میں تمہیں جو کچھ دکھا رہا ہوں وہ ایسا ہی ہے“

میں سب کچھ جانتا ہوں۔“
منزل تک پہنچنے میں کئی دشواریاں تھیں۔ تصویر مختصر ”پلاٹ“ پر مبنی جائے ادھوری نہ ہو۔ فنکار کی شخصیت نظروں سے اوجھل رہے ہر پہلو اپنی قدر و قیمت کے اعتبار سے جگہ پائے کوئی ایسا منظر ہو جہاں سے زندگی کا ہر گوشہ نظر آئے اور اس منظر کی بدولت ان سب کا مفہوم واضح ہو جائے۔ ان شرائط کے ساتھ زوال پذیر معاشرت کا مطالعہ کرنے کیلئے خانم کے نگار خانے سے بہتر اور کوئی منظر نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ خانقاہ میں یہ پہلو نظر نہ

لکچر نمبر 22

محمد لکچر میں ہم نے معاشرتی زوال پر لکھا

آج کے لکچر میں ہم ناول کا خلاصہ پڑھیں گے

✓ سوال : امراؤ جان ادا ہادی رسوا کے بہترین ناولوں میں سے ہے۔ اس قول کی روشنی میں امراؤ جان ادا کا ناقدانہ تجزیہ پیش کریں۔

جواب : خلاصہ ناول

”امراؤ جان“ کے متعلق یہ تو نہیں بتایا جاسکتا کہ یہ ان کی دوسری ناولوں سے پہلے لکھی گئی یا بعد میں۔ مگر یہ ان سب کے خلاف ایک فنی چیز ہے۔ اس میں ظاہر کوئی دلچسپ بات دکھائی دیتی نہ کوئی سنسنی خیز واقعہ ہے۔ نہ کوئی جاسوسی تلاش ہے۔ ایک رنڈی کا سیدھا سادھا حال

جو اس رنڈی نے خود میان کیا ہے۔ وہ ایک عریب مکر شریف مسلمان کی لڑکی تھی جو فیض
 آباد میں بہو بیگم صاحبہ کے مقبرے پر جمعدار تھے۔ یہ آدمی نہایت سچے اور سیدھے تھے۔ پڑوس میں
 بد معاش دلاور خاں رہتا تھا جس کے ایک دفعہ گرفتار ہونے پر جمعدار نے اس کے چال چلن کی
 بات سچی سچی باتیں کچھری میں کہہ دی تھیں۔ دلاور خاں قید ہو گیا تھا اور چھوٹنے کے بعد جمعدار
 سے بدلہ لینے پر تلا تھا۔ ایک دن اس نے جمعدار کی آٹھ برس کی لڑکی امیرن کو پہلے اپنے گھر میں
 بند کیا اور پھر رات میں گاڑی پر ڈال کر اس ارادے سے لے چلا کہ اس کو مار کر کہیں ڈال دے گا۔
 گاڑی پر اس کے ساتھ اس کا دوست پیر بخش تھا۔ جس نے صلاح دی کہ امیرن کو لکھنؤ میں بیچ ڈالا
 جائے۔ چنانچہ یہ لوگ لکھنؤ پہنچے اور پیر بخش کے بھائی کے گھر امیرن کو اتار دیا گیا۔ وہاں ایک ہندو
 لڑکی رام دائی بھی پکڑی ہوئی لائی گئی تھی۔ امیرن ایک مشہور چکلے دار رنڈی خانم کے یہاں بھی گئی
 اور رام دائی ایک بیگم صاحبہ کے یہاں بھی۔ خانم نے امیرن کا نام بدل کر امرآؤ کر دیا۔ اس کی
 موسیقی کی اور لکھنے پڑھنے کی تعلیم ہوئی۔ اس کی طبیعت موسیقی سے بہت مناسبت پائی گئی اور اس
 نے ادبی مذاق بھی پیدا کر لیا۔ دوران تعلیم میں ایک ڈومنی کا لڑکا گوہر مرزا اس کے ساتھ پڑھتا
 تھا۔ پہلے تو دونوں لڑتے جھگڑتے تھے پھر محبت کرنے لگے اور ایک رات گوہر مرزا امرآؤ کا چمکن
 لول ہو گیا۔ خانم کو خبر ہوئی تو انہوں نے امرآؤ کی مستی کی ترکیب لگا کر اس کو پوری رنڈی بنا دیا اور
 رنڈیوں کی طرح اس کا بھی الگ عملہ ہو گیا۔ خانم کی لڑکی ہسم اللہ کے پاس دوسری طرف مختلف
 قسم کے لوگ آتے رہتے اور رنڈیوں کا بھی یہی حال رہا۔ امرآؤ جان کے آشناؤں میں سب سے زیادہ
 نمایاں پہلے نواب سلطان ہوئے۔ جن کو وہ دل سے چاہتی تھی پھر ایک ڈاکو فیض اسے خانم کے گھر
 سے بھگالے گیا۔ فیض اور اس کے ساتھ ڈاکو راستے میں گھر گئے۔ امرآؤ جان آخر کار کانپور پہنچی۔
 جہاں کہ وہ اپنے لیے ایک کمرہ لے کر پیشہ کرنے لگی اور جلد مشہور ہو گئی۔ کانپور میں ایک بیگم
 صاحبہ سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔ جو وہی رام دائی تھی جو امرآؤ کے ساتھ بچے کو لائی گئی تھی۔
 اس کے بعد خانم کے یہاں کے لوگ کانپور پہنچ گئے اور امرآؤ کو منا کر لکھنؤ واپس لے آئے۔ جب
 غدر پڑا تو وہ لکھنؤ کے شاہی دربار سے متعلق تھی اور جب انگریزوں نے اودھ کے باغیوں کو تتر بتر
 کر دیا تو فیض آباد پہنچ گئی یہاں بھی اس کا پیشہ خوب چلا اور ایک دن وہ اس گھر پر بحرے کیلئے گئی
 جہاں وہ پیدا ہوئی تھی۔ اس کی ماں نے اس کو پہچانا اندر بلوایا اور دونوں مل کر خوب روئیں۔
 دوسرے دن اس کا بھائی اس کو قتل کرنے کو آیا۔ مگر آخر میں اس کا پورا حال سن کر اسے چھوڑ دیا۔
 امرآؤ لکھنؤ چلی آئی اور یہاں پھر چمکنے لگی۔ ایک نواب محمود علی خاں نے دعویٰ کیا کہ امرآؤ ان کی
 منکوحہ تھی۔ اس وقت ایک اکبر علی خاں امرآؤ کے مددگار ہوئے اور وہ ان کے گھر پر تین برس
 رہی۔ امرآؤ جان نے ایک نوچی بھی بٹھائی مگر وہ رذیل طبیعت نکلی گئی ایک دن درگاہ میں اس کی ان
 ہی بیگم سے ملاقات ہوئی جو رام دائی تھیں۔ انہوں نے امرآؤ کو اپنے گھر بلایا اور ان کے نواب وہی
 سلطان صاحب نکلے۔ جن پر امرآؤ جان فریفتہ ہوئی تھی۔ امرآؤ کو ان کی بیگم کی حالت پر رشک ہوا
 اور اپنی قسمت پر افسوس۔ آخر میں امرآؤ جان مع اور سب رنڈیوں کے حشی کے تالاب پر سیر
 کرنے گئی تھی اور سب سے الگ سڑک پر جا رہی تھی کہ اس نے ایک آدمی گھاس کھودتے دیکھا وہ

لکچر 23

پچھلے لکچر میں، ہم نے ناول اسرائیل جہاں کا خلاصہ
پڑھا۔ آج کے لکچر میں ہم نے پلاٹ نگاری کی خوبیاں پڑھنی ہیں کہ
پلاٹ نگاری میں کیا کیا خوبیاں ہوتی چاہئیں۔

پلاٹ نگاری کی خوبیاں

سب سے پہلے نظر اس کے پلاٹ پر پڑتی ہے جو نہایت درجہ سڈول اور خوب صورت ہے۔ یہ اردو کا پہلا ناول ہے جس میں تعمیر پلاٹ ملتا ہے اور رسوا کی جدت طبع داد کے قابل ہے کہ اس پلاٹ کو انہوں نے نہایت سلیقہ سے تعمیر کیا۔ اس ناول میں ہر وہ تعمیری خوبی آگئی ہے جو اس کے ناول میں ممکن ہے۔ ان خوبیوں میں سے کچھ کی تفصیل حسب ذیل ہے :

(1) تناسب

امراؤ جان کے قصہ میں واقعات اس عمدہ تناسب کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں کہ پورا ناول ایک عمدہ عمارت کا تاثر پیدا کرتا ہے۔ سب سے پہلا باب ایک مختصر شاعرہ ہے جس میں امراؤ جان آتی ہے اور اپنے ادنیٰ ذوق کا اثر قائم کرتی ہے۔ اس سے متوازی آخری باب ہے جس میں امراؤ جان نے اپنا تمام فلسفہ حیات نچوڑ کر رکھ دیا ہے۔ ان دونوں ابواب کے درمیان پورا قصہ ہے۔ قصہ دلاور خان کی بد معاشی سے شروع ہوتا ہے اور وہ امیرن کو چرا کر لے بھاگتا ہے۔ اس قصہ کا ختم دلاور خان کی گرفتاری اور پھانسی ہے۔ جو امراؤ جان کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان دونوں واقعات ہی میں نہایت لطیف تشبیہ اور تضاد دونوں موجود ہیں۔ اسی طرح خانم کے چپکے کے ہی میں آخر میں متناسب ہیں۔ ان دو طرفہ حدودیوں کے درمیان تین اہم تبدیلیاں ہیں جو تین محرموں کی طرح نظر آتی ہیں۔ پہلی محراب امراؤ جان کے فیض کے ساتھ بھاگنے سے شروع ہو کر اس کے کانپور میں قیام کر کے پھر لکھنؤ آنے تک کے واقعات سے بنی۔ دوسری لکھنؤ میں قیام شاہ اودھ کے دربار میں رسوخ سے غدر تک کے واقعات اور تیسری فیض آباد سے قیام سے شروع ہو کر اس کے ماں اور بھائی سے اچانک ملاقات اور لکھنؤ واپس آنے تک یہ تناسب اس ناول کے خاص پلاٹ میں ہے۔ ہر ناول کی طرح اس کا پلاٹ مرکب ہے اور اس میں دوسرے چھوٹے پلاٹ جیسے کہ بسم اللہ کے حالات، رام دئی کے حالات وغیرہ بھی تناسب سے ترتیب دیے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ماہر انجینئر نے ایسے کمال کی عمارت بنائی ہے کہ اسے دیکھا ہی کرو۔ اس قسم کا تناسب عام طور پر زندگی میں نہیں ملتا اور اگر امراؤ جان اپنا قصہ محض تاریخی ترتیب سے بیان کرتی تو یہ تناسب اس قصہ میں بھی پیدا ہوتا۔ بات یہ ہے کہ رسوا کا ہر مقام پر وجود اور ان کے سوالات نے ان کو قصہ پر ایسا قدرتی قابو دے دیا ہے کہ وہ جو واقعہ جس جگہ چاہیں وہاں لائیں چاہے وہ واقعہ تاریخی حساب سے پہلے کا ہو یا بعد کا۔

(2) ہم آہنگی

ناول کے ان سب تناسب حصوں کا قدرتی طور پر جوڑنا بھی رسوا کا کمال ہے۔ ہر جوڑ اس ہم آہنگی کے ساتھ بٹھایا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کہ یہ سب الگ الگ چیزیں لائی گئی ہیں۔ ایک مسلسل قصہ واقعات کے ساتھ شروع کے ساتھ سامنے پھر جاتا ہے۔

لکچر 24

مجھے لکچر میں ہم نے امراؤ جان کے بارے میں
پڑھا تھا آج کے لکچر میں ناول آخر شب کے پمپنر پڑھیں
گے جو قرۃ العین حیدر کا ہے سب سے پہلے قرۃ العین حیدر کا تعارف
پڑھیں گے۔

قرۃ العین حیدر عارف

20 جنوری 1927ء کو بھارت میں پیدا ہوئیں وہ معروف اردو ادیبہ اور افسانہ نگار سجاد حیدر علی ہیدر کی بیٹی ہیں۔ ان کے والد اردو کے لیے افسانہ نگار شمار کیے جاتے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد قرۃ العین حیدر کا خاندان پاکستان چلا گیا۔ لیکن بعد میں انہوں نے بھارت میں آکر رہنے کا فیصلہ کیا۔ قرۃ العین حیدر نے صرف ناول نگاری بلکہ اپنے افسانوں اور بعض مشہور تصانیف کے لیے بھی حوالیہ جالی ہیں۔ ان کے مشہور ناول یہ ہیں۔

آگ کا دریا، آخر شب سفر، میرے بھی لہجہ
حیاتی بیگم وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے سبھی ناولوں اور
کہانیوں میں تقسیم ہند کا دور صاف نظر آتا ہے اور ان کے دو
ناول آگ کا دریا اور آخر شب سفر کو اردو کا شاہکار
مانا جاتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے

تاریخی شعور ملتا ہے۔ یہ ناول کافی مشہور ہوا اور اس کے
منتظر عام آنے کے بعد ایک طوفان کھڑا ہوا قرۃ العین حیدر
82-1981ء تک شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں
فریزنگ پروفیسر کے طور پر فرائض سرانجام دیتی رہی
ہیں۔ ان کا فن کسی بھی طرح اپنے ہم عصر انگریزی ناول نگاروں
سے کم نہیں ہے آخر شب کے 1989ء میں انہیں بھارت
کے سب سے باوقار ادبی اعزاز سے نوازا گیا 11 سال کی عمر
میں قرۃ العین حیدر نے انیاں لکھتی تھیں

سید کی پری 25

مجھے سید کی پری میں، ہم نے قرۃ العین حیدر کا تعارف
پڑھا آج کے سید کی پری میں آخر شبے ہمیں کا تنقید کا جائزہ
پڑھیں گے۔

”آخر شب کے ہمسفر“ کا تنقیدی جائزہ۔

موضوع اور کردار

اس ناول میں عبد الحمن کی سیاسی اور انقلابی تحریکوں میں ڈوبتے ہوئے اننگلو انڈین کلچر کی نہایت جا بجا سنی سے عکاسی کی گئی ہے۔ اس میں عمرانیات، تاریخ، معاشرت، معیشت اور سیاست جیسے موضوعات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ناول بنقلہ ڈیش کے تناظر میں لکھا گیا ہے اس ناول میں سرزمین بنقال کے پس منظر میں بیسویں صدی کے نصف آخر میں رونما ہونے والی مختلف قدیم و جدید انقلابی تحریکوں کا ماحرہ امد کو رہا ہے۔ بنقال چونکہ مزاج کے لحاظ سے انقلاب پسند رہا ہے اور تحریکوں کے اولین نقوش اور کردار یہیں سے نمودار ہوئے ہیں، اس لیے قرۃ العین حیدر کا اپنے موضوع کے اعتبار سے اس خطے کا انتخاب بہت ہی موزوں رہا ہے۔ تین نسلوں پر پھیلی ہوئی اس دردناک داستان میں قرۃ العین حیدر نے ہندوستان کی انقلابی تحریکوں کی رومانیت کو پوری طرح اجاگر کر کے اس کی ناکامیوں کا ذمہ دار انقلابیوں کی جذباتی روش اور ان کے کردار کو قرار دیا ہے۔ جو آزادی کے بعد ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں ایک جیسے طرز عمل کا شکار ہوئے ہیں۔ بیسویں صدی کے تیسری دہائی سے لے کر آٹھویں دہائی تک کے زمانے میں پورے ہندوستان میں بالعموم اور بنقال میں بالخصوص جو تاریخی حقائق رونما ہوئے ہیں انہیں انتہائی پراثر طریقے سے ابھارا گیا اور اس سے قرۃ العین حیدر کی فنکارانہ علمیت اور شان و شوکت کھل کر سامنے آگئی ہے۔

”آخر شب کے ہمسفر“ کے کرداروں کے بارے میں قرۃ العین حیدر نے اپنی کتاب کے پیش لفظ میں لکھا ہے :

لیکچر 26

بچے لیکچر میں ہم نے آخر شب کے محسن
کا تنقیدی جائزہ پڑھا آج کے لیکچر میں ہم آخر شب کے محسن
کے کرداروں کے بارے میں پڑھیں گے۔

ناہر خجھر السحر
دیپالی سرکار کے بعد لہندہ اقدار سے بغاوت کرنے
والی ایک نئی لڑکی ہے۔ وہ نہایت پر جوش اور انقلابی مسوچ
کی حامل ہے مصنف نے اس کو "سرج کا باغی" کہا ہے۔

لی
ایک اور نسوانی کردار للی ہے جو اینٹگو اسٹوڈین معاشرے
کی نمائندہ ہے وہ اپنے معاشی اور معاشرتی ماحول سے نالاں ہے
اور انقلابی تحریک میں شامل ہو کر پورے معاشرے کو بدل دینے کی
خواب دیکھتی ہے۔ وہ اپنے والدین کی مخالفت کے باوجود ایک ہندو لڑکے
سے شادی کر لیتی ہے۔ مگر وہ ایک خوشنواز زندگی گزار سکتی
ریحان الدین احمد

ریحان الدین احمد ایک زندہ اور متحرک کردار
ہے، وہ بنگال کی ترقی پسند تحریک اور انقلابی محاذ کا رہنما ہے۔ جو بنگال
کی آزادی اور انقلاب کے لیے اپنی جان جو کھوں میں ڈالتا ہے۔ اور برسوں
نامعلوم مقامات اور جنگوں میں در بدر پھلتا رہتا ہے۔
وہ اپنے عقیدے کی خاطر ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ وہ
سیاسی بصیرت رکھتا ہے۔ یہ کردار قائد قاضی کا آخر میں ہندوستان
کی آزادی کے بعد بھی ریحان ہمیں دولت کمانے کے چکر میں دکھائی
دیتا ہے۔ اور اس کا نام دہشت گردوں میں لیا جاتا ہے۔
پاکستان بننے کے بعد وہ سیاسی جوڑ توڑ کی بدولت بنگال میں کانگریسی
حکومت کا وزیر بن جاتا ہے

دیگر کرداروں میں نواب محمد الزمان چودھری، ڈاکٹر سرکار

27 دسمبر

محفلِ تعلیم میں ہم نے نگر داروں کے بارے

میں بات کی آج کے تعلیم میں ہم آخر شب کے ہمسفر کا

فنی اور فکری جائزہ پڑھیں گے۔

سوال: آخر شب کے ہمسفر کا فنی و فکری جائزہ لیجئے؟

جواب

”آخر شب کے ہمسفر“ قرۃ العین حیدر کا چوتھا ناول ہے جو 1979ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ ان کے پہلے تین ناولوں ”میرے مکی خاتمے“ ”سینہ غم دل اور آگ کا دریا“ سے ماحول فضا زبان و بیان اور پیشکش کے اعتبار سے کسی حد تک مختلف ہے لیکن ناول کا مجموعی تاثر قدرے مختلف نہیں ہے۔ اپنے دیگر ناولوں کی طرح قرۃ العین حیدر نے ان کا نام بھی اس شعر سے لیا ہے جو فیض کے اس شعر سے ماخوذ ہے

آخر شب کے ہمسفر فیض نجانے کیا ہوئے
رہ گئی کس جگہ صبا، صبح کدھر نکل گئی

اس ناول کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں وقت کے بہاؤ، جبریت کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کے تمام ناول ایک ایک انگی کا شکار ہونے کے باوجود اپنی اہمیت کے متقاضی ہیں جو مصنفہ کا بنیادی وصف ہے۔ مجموعی طور پر اس ناول کا موضوع مرز میں بنگال میں پروان چڑھنے والی بایں بازو کی دہشت پسند تحریک اور اس کا المیاتی انجام ہے۔ لیکن مصنفہ نے وقت کے تیز دھارے اور تیز رفتار بہاؤ میں بہہ جانے والے افراد کو پیش کر کے یہ یاد کرایا ہے کہ وہ لوگ جو ابتداء میں جنگجو تھے وقت کے کروٹ لینے پر جہاں نظریات میں تبدیلیاں آتی ہیں وہاں وفاداریاں بھی بدل جاتی ہیں۔ جوں ہی وقت کی گردش غالب آتی ہے تو ہر اتحاد ہر تنظیم اور ہر تحریک کو فنا کر کے آگے بڑھ جاتی ہے۔ اس تغیر نے جہاں افراد کو عزائم تبدیل کرنے پر آمادہ کیا وہاں کئی افراد کو وقت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنا راستہ الگ کرنا پڑا۔

(وقت اور تاریخ کا محاذ - دھارا تمام کرداروں کو اپنے خوابوں سے دور لے جاتا ہے۔ بقول نیلم فرزانہ ”گویا آخر شب کے ہمسفر ایک ایسا صنم خانہ ہے جس کے انہام کا مقدر شکست و ریخت سے دوچار ہونا تھا۔ ان میں کچھ نے اپنی مرضی سے اپنے چہرے کے خدو خال بدلے اور کچھ ایسی مورتیاں تھیں جن کی شناخت وقت اور حالات کی گہری جبریت کے گہرے سمندر میں گم ہو گئی اور ان کے مشترک خواب ریزہ ریزہ بکھر گئے۔“ لاکھوں برس سے سورج اسی طرح طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے اور طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے اور طلوع۔“)

یہ ناول کا اختتامیہ جملہ ہے گویا مصنفہ کے نزدیک طلوع و غروب یہ کھیل دائمی اور مستقل ہے جو انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر وقت کے مطابق بننے پر مجبور کرتا ہے۔ یہی ناول کا اہم موضوع ہے۔ یوں ہی وقت انسان کے نظریات، خیالات اور احسانات کے ساتھ ساتھ اس کے سراپے کو بھی بدل دیتا ہے۔

لکچر نمبر 28

کھیلے لکچر میں ہم نے آخر شب کے
ہمسفر پر اُٹھا آج کے لکچر میں ہم ایک چادر میلی سے شروع
کریں گے۔ سب سے پہلے راجندر سنگھ بیدی کا تعارف پڑھیں گے

Date: _____

ایک چادر میلی سی

آغا رف راجندر سنگھ بیدی
راجندر سنگھ بیدی اردو کے مصنف

ڈرامہ نویس اور فلمی ہدایت کار تھے۔ وہ ۱۹۱۵ء کو سیالکوٹ

پاکستان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بہت سی مشہور بھارتی فلموں کی مقالہ

لکھاری کی انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی لاہور میں گزاری اور یہاں سے اردو میں

تعلیم حاصل کی۔

ان کی پہلی مختصر کہانی مہارانی کا تحفہ کو سال کی بہترین مختصر کہانی

کا انعام لاہور کے ایک ادبی حیدرے ادبی دنیا کی طرف سے ملا تھا۔

ان کی مختصر کہانیوں کا پہلا مجموعہ دان و دام ۱۹۴۰ء میں منظر عام

پر آیا اور مجموعہ گرہن ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ ان کا مشہور اردو ناول

ایک چادر میلی سی کا انگریزی میں I take this women کے نام سے ترجمہ

کیا گیا اس پر سائیتا الیڈی الیوارڈ سے نوازا گیا۔ یہ ۱۹۶۵ء میں دیا گیا۔

لکچر 29

محمد لکچر میں، ہم نے تعارف پڑھا

آج کے لکچر میں ہم نے پلاٹ اور اسلوب کے بارے

میں پڑھیں گے۔

کاشت و اسکارب

۱۔ ادریز گنگہ پیری میناری طور پر شرفی اپنر افنا نہ نگاروں میں
 منوعہ صحت جیختائی جسے منور افنا نہ نگاروں میں جیختائی
 کا شمار ہوتا ہے پیری افنا نہ نگاروں کی غیریت میں تو
 پیش پیش نظر آتے ہیں انکیس ناول نگار کی حیثیت
 میں دیکھا جائے تو پیری کو وہ عزت اور مقبولیت حاصل ہیں
 جوئی جو افنا نہ نگاری میں ہوتی ہے اسکی ایک خاص کام
 یہ بھی تھی کہ کلیم کی ہے ناول ایک جادریلی سی کے بارے میں
 ادریز کے بارے میں ادریز کے ناقدین کی مختلف رائے
 تھی کہی نے اسے ناول کا درجہ دیا کہی نے اسے ناول سے دور
 اور کہی نے اسے طویل افنا نہ میں شمار کیا اسکی ایک خاص
 وجہ ناول کے اصول و تم انکیس یعنی کہ لہذا ایک جادریلی سی کو
 ونگ انگر ناسور سے لیجانا چاہے لگا۔ لہذا ادریز ناول کا ایلان
 وسیع ہوتا ہے اور اس میں کم داریوں کی کوئی قید نہیں ہوتی
 اور زرنگی کے زیادہ تر اچھے مسائل کو ناول کے اندر پیش

لیکچر نمبر 30

آج کے لیکچر میں ہم پڑھیں گے ایک
چادر میلی سے میں اندریا کے پنجابی دیہاتی طبقہ کی سوچ کی وضاحت
کرتا ہے وضاحت کریں

(۱) یہ ایک دیہاتی طبقہ کی سوچ کی عکاسی کرتا ہے جو نہایت کمزور
 یہ ناول وقت اور حالات کے ساتھ انسانی نفس اور اس کے جذبات کی
 حیرت کی کہانی ہے۔ پیرائے دور میں عورت کو خاوند گھر نے پیرائے ساتھ ہی
 کر دیا جاتا تھا۔ وہ مردوں کے معاشرے کے ساتھ بے بس تھی اس کے بچے مارا گیا
 حال باب چاہیے یہی ہی عزیت سے زبردہ رہتی تھی اس کے
 اس کے روایات کا اور معاشرہ بدل گیا تو یہ روایت بھی دم توڑ گئی۔
 راجندر سنگھ بیدی نے ایک حد تک موضوع پر علم لکھا ہے۔ جو خاص طور
 پر رنجنا کی دیہاتی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ ناول ایک ایسے معاشرے کی نظر

یہی دلکش انداز میں پیش کیا جائے بیری کی پیاپیا خوشبو سے ہلاتے آتے
 یہی فتنہم کانیوں نے یہ جو فکر اٹکے سرداروں میں عورت کا سردار
 مقرر کر دیا گیا ہے بیری سے زانو کے سردار کو اتنا حقیقی مذاکرہ پیش
 کیا ہے کہ اگر ہم اس سردار کو ناول اسراؤ جان ادا کئے سناؤ فلا میں تو یہ
 ناول بھی اس کے برابر کی ہی اہمیت رکھتا ہے اس ناول میں انہرانی
 عورتوں کی ساری اہنگوں اور خواہشوں کو دکھایا گیا ہے وہیں اسے
 صوفیوں کی بنائی ہوئی اہل اللہی صہم میں بھجوا دیا ہے جس سے سماج
 کہتے ہیں - بیری اپنی کپانیوں کو سیر ہم جنہ کی طرح جسٹ
 اسے سوال اور غلط فہم کی حدوں تک محدود کر سکتے تھے مگر بیری
 کی نظروں میں ظلم محض ظلم ہے فہم چاہے وہ کئی بھی لڑتے کا
 ہو کئی بھی شکر میں ملو بیری کے تخلیقی زاویے انسان کے
 دہنی رویوں اور انکی باطنی کشمکش سے آگے نہیں ہوتے بلکہ
 ان حالات و جذبات کو ایک چادر میلی سی کی بنیاد بنا لیتے ہیں
 ہمیں ناول ایک چادر میلی سی میں وہ سب کچھ شامل ہو جائے۔
 جو بیری کے فن کی ساحت ہے ماحول سے سیر نشان لوگ رشوں
 کی پائینگی ان رشوں کی غرت و اہمیت اور گھبران سی رشوں
 کی سادری حد درجہ کی غریبی، غم بیوں کی بے حرمتی، قتل و غارت
 دھوکہ اور مکاری و غیور راہز سگہ بیری کی کپانیوں میں نمایاں
 طور پر اجاگر ہوتے ہیں اس ناول میں فوسوں نے سناؤ سناؤ
 کچھ خامیاں بھی نظر آتی ہیں ایک چادر میلی سی خلاف معمول
 ہوتا نظر آتا ہے بیری کی پیشہ تخلیقوں میں بیت کے سردار صوفی غارت
 خیل نے تجربہ بات بھنی ہو جاتے ہیں ایک چادر میلی سی
 میں یعنی بیت سی سکسوں کو نظم نہ کرنا ہے مثلاً رانو کی ادا

لکھنے کے لئے 31
- آج کے لیکچر میں آپ نے اسائنمنٹ
تیار کر رہی ہے۔

لکچر نمبر 32
آخری لکچر میں اساتذہ کرام،
پریزینٹیشن اور گروٹس پوچھے جائیں گے۔